احمد ندیم قاسمی کی خاکہ نگاری

ڈاکٹر سبینہ اویس

ABSTRACT:

Ahmad Nadeem Qasmi was a great Poet, Short Story Writer, Columnist and Sketch Writer of Urdu literature. Many Urdu writers are fond of writing sketch of famous and common people. This article briefly encomposses a few sketches written by the great Urdu writer Ahmad Nadeem Qasmi. This article shed light on Qasmi's pen sketching as well as sketch writing. He has wrote two famous books titled as "Meeray Hamsafar" and "Meeray Hamqadam" on sketch writing. In his books he wrote thirty two sketches about the famous literary personalities of Urdu literature.

بنی نوعِ انسان کے باطن میں ایک وسیع کائنات بستی ہے اس کو جاننے اور دوسروں کو اس سے آگاہ کرنے کے فن کو خاکہ نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔ خاکہ محض چند واقعات کے تحت تخلیق نہیں کِیا جاتا بل کہ اس کے لیے زیرِ بحث شخصیت کے عادات و اطوار کے مختلف مظاہر کا گہرا مطالعہ کِیا جاتاہے۔ اس میں موضوعِ شخصیت کے عادات و خصائل، اعمال، اقوال، مزاج کے علاوہ شخصیت کے عجیب اور نادر گوشوں کو بھی تلاش کر کے منظرِ عام پر لایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں :

’’خاکہ نگاری میں مصنف شخصیتوں کے بطون میں جھانکتا اور نادر و عجیب گوشے تلاش کرتا ہے۔ اس لحاظ سے خاکہ نگاری شخصیتوں کی سیاحت ہے اور اس میں شخصیت کو اس کی عادات و خصائل، حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال سے دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے‘‘۔(۱)

خاکے کا خام مواد تو متعلقہ شخص کے حالات اور فکر و فن کے مطالعے اور مشاہدے سے اخذ کِیا جاتا ہے لیکن ایک اچھا خاکہ نگار اس خام مواد کو متفرق واقعات، تجربات اور مشاہدات کے تناظر میں پیش کرتا ہے۔ ماہر خاکہ نگار ایسے واقعات کا انتخاب کرتا ہے جس سے موضوع شخصیت کے تمام نمایاں اوصاف اور کمزوریاں اُجاگر ہو سکیں ۔

اردو خاکہ نگاری کی روایت خاصی پرانی ہے۔ خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش قدیم تذکروں میں ملتے ہیں ۔ ان میں محمد حسین آزاد کی ’’آبِ حیات‘‘ کو مرقع نگاری اور خاکہ نویسی کا شاہکار قرار دیا گیا ہے۔ فنِ خاکہ نگاری کا باقاعدہ آغاز مولوی فرحت اللہ بیگ کی ’’نذیر احمد کی کہانی‘‘ سے ہوتا ہے جس میں ڈپٹی نذیر احمد کا سراپا، عادات و خصائل، نظریات و افکار اور شخصی اوصاف غرضے کہ اُن کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر مہارت سے کِیا گیا ہے۔ اس خاکے کے مطالعے سے

قاری نذیر احمد کی شخصی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔ اس خاکے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ قاری نذیر احمد سے متنفر ہونے کے بجاے لطف اندوز ہوتا ہے۔ فرحت اللہ بیگ کے علاوہ مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، خواجہ حسن نظامی، آغا حیدر جوش، چراغ حسن حسرت، جوش ملیح آبادی، خواجہ غلام السیدین، عبدالمجید سالک، اشرف صبوحی، شاہد احمد دہلوی، شوکت تھانوی، عصمت چغتائی، محمد طفیل، کنہیا لال کپور، فکر تونسوی، مجتبیٰ حسین، رئیس احمد جعفری، سعادت حسن منٹو، اخلاق احمد دہلوی، ممتاز مفتی، ضمیر جعفری، فارغ بخاری، رحیم گل، نظیر صدیقی اور عطا ءُالحق قاسمی نے خاکہ نگاری کی صنف میں گراں قدر اضافے کیے ہیں ۔

احمد ندیم قاسمی کا شمار اردو ادب کے مقبول قلم کاروں میں ہوتا ہے اُنھوں نے افسانے لکھے، اپنے جذبات و احساسات کا اظہار شاعری کے ذریعے بھی کِیا۔ علاوہ ازیں اپنے تنقیدی افکار و نظریات سے قارئین کو آگاہ کِیا اور احساسات کی فوری ترسیل کے لیے کالم بھی لکھے۔ بعد ازاں وہ خاکہ نگاری کی جانب متوجہ ہوئے۔ اُنھوں نے خاکہ نگاری کی ابتدا اُس وقت کی جب وہ ادبی مجلہ ''نقوش'' کے مدیر تھے۔ اُن کے ابتدائی خاکوں کو خاطرخواہ پذیرائی ملی مثلاً ''نقوش'' شخصیات نمبر میں ''ہاجرہ مسرور'' اور ''عبدالمجید سالک'' کے خاکے ملتے ہیں ۔ منٹو کی شخصیت پر لکھے گئے خاکے کو کا قارئینِ ادب نے بہت سراہا۔ ان کے علاوہ اردو ادب کی معروف و مقبول شخصیات مثلاً ن۔م۔ راشد، فیض احمد فیض، ابنِ انشا، خدیجہ مستور، محمد طفیل، چراغ حسن حسرت اور حکیم محمد سعید کے خاکے بھی اُنھوں نے لکھے۔یہ خاکے منتشر اور غیر مدون صورت میں مختلف اخبارات و جرائد میں موجود تھے جنھیں منصورہ احمد (قاسمی کی منہ بولی بیٹی) کے ایما پر یکجا کر کے کتابی صورت دی گئی۔ قاسمی کے اولین خاکوں کا مجموعہ ''میرے ہم سفر'' کے عنوان سے ہے یہ مجموعہ۲۰۰۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ زیر نظر مجموعہ میں تیرہ شخصیات کے خاکے شامل ہیں ۔ ان میں عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، چراغ حسن حسرت، سعادت حسن منٹو، ن۔م۔راشد، فیض احمد فیض، ضمیر جعفری، امتیاز علی تاج، حکیم محمد سعید، خدیجہ مستور، ابنِ انشا، سجاد سرور نیازی اور محمد طفیل شامل ہیں ۔ خاکہ نگاری کے فن اور اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ اس مجموعہ کے قریباً تمام مکمل خاکے ہیں ۔ دوسری کتاب ''میرے ہم قدم'' کے عنوان سے ہے یہ کتاب انیس علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کے خاکوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اختر شیرانی، احسان دانش، اختر حسین جعفری، ظہیر بابر، مرزا محمد ابراہیم، دادا امیر حیدر، ظہیر کاشمیری، کرشن چندر، شیخ خورشید احمد خاں ، مختار صدیقی، میاں عبدالمجید، ڈاکٹر اقبال شیدائی، ظہور نظر، مہر خلیل الرحمن، پروین شاکر، ریاض شاہد، اطہر نفیس، حسن عابدی اور کاوش بٹ کے خاکے شامل ہیں ۔ قاسمی اپنی منہ بولی بیٹی منصورہ احمد اور دیگر دوستوں کے مطالبے پر خاکوں کو کتابی صورت دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ اجل کا بلاوا آجانے کی وجہ سے کتاب اُن کی زندگی میں شایع نہ ہو سکی۔ تاہم اُن کی بڑی بیٹی ڈاکٹر ناہید قاسمی نے ان خاکوں کو زیورِ طبع سے آراستہ کروایا۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنی عمر طبیعی کا بیشتر حصہ علم و ادب کی معروف شخصیات اور بلند پایہ بزرگوں کی صحبت اور محبت میں گزارا۔ اپنے بیشتر سوانحی خاکے اُنھوں نے انہی معروف اور

قدآور ادبی اور غیر ادبی شخصیات کے لکھے جن سے اُن کے قلبی و رسمی تعلقات رہے اور جنھیں قریب سے دیکھنے کا قدرت نے اُنھیں موقع فراہم کِیا۔ اُن کے ساتھ گزارا ہوا وقت قاسمی صاحب کی زندگی کا قیمتی سرمایہ تھا۔ ان شخصی خاکوں میں موضوعِ بحث شخصیت کے ساتھ ساتھ مصنف بھی قاری کے ہمراہ دکھائی دیتے ہیں ۔ مذکورہ خاکوں کی انفرادیت یہ ہے کہ قاسمی صاحب مذکورہ شخصیت کے حالات و واقعات تو واضح کرتے ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کے حالات و واقعات بھی قاری پر آشکارا کرتے چلے جاتے ہیں مثلاً زندگی کی محرومیاں ، وسائل کی قلت، صحافت سے وابستگی، معاشی مسائل، ترقی پسند تحریک میں شمولیت، جیل کی صعوبتوں اور بے روزگاری کے دن وغیرہ وغیرہ۔

''میرے ہم سفر'' میں شامل تیرہ خاکوں میں پہلا خاکہ عبدالمجید سالک کا ہے۔ اس خاکے میں قاسمی کی عاجزی و انکساری ابتدا سے آخر تک قائم رہتی ہے۔ پیش نظر خاکے میں سالک کی جغرافیہ، فلسفہ، سائنس اور نفسیات پر قابل رشک معلومات، ادبی گفتگو، ذہانت و فطانت، حاضرجوابی، شگفتگی، ادبی گفتگو، محبت اور شفقت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ سالک سے بے پناہ عقیدت و محبت کی بنا پر قاسمی صاحب نے انھیں تمام خوبیوں کا مرقع بتایا ہے اور اُنھیں انسان سے فرشتہ ہونا ثابت کِیا ہے۔ اس وجہ سے خاکے میں قدرے یک رُخا پن پیدا ہو گیا ہے۔ مصنف نے سالک کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے احسن پہلوؤں کو نمایاں کِیا ہے۔ اس کا محرک اول موضوع شخصیت سے عقیدت و محبت ہے۔ اسی عقیدت نے خاکہ نگاری کے قلم کی روانی کو جکڑ لیا ہے۔ زیرِ نظر خاکے میں بعض جگہوں پر احساس ہوتا ہے کہ عقیدت نے مدح کا روپ اختیار کر لیا ہے۔

''میرے ہم سفر'' کا دوسرا خاکہ غلام رسول مہر کے فکر و فن کے حوالے سے متفرق یادوں پر مشتمل ہے۔ مذکورہ خاکے میں فن پر توجہ دینے کے باعث غلام رسول مہر کی شخصیت کی زیادہ پرتیں نہیں کھلتیں ۔اس میں ذاتی خوبیوں اور خامیوں پر توجہ دینے کے بجاے مہرؔ کو ایک اعلیٰ ظرف عالم کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ مہرؔ سے انسیت کا تذکرہ جس خلوص سے کِیا گیا ہے اس سے قاسمی اور مہر کی قربت کا اندازہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔ مہر کی وفات کے بعد قاسمی کو لاہور کی فضا مغموم نظر آنے لگی۔ مہر کے خاکے میں ''مولانا'' کا سابقہ اُن سے محبت و عقیدت کو ظاہر کرتا ہے۔

قاسمی صاحب، اختر شیرانی کی طلسماتی شاعری اور شخصیت کے سحر میں بھی گرفتار تھے۔ زیرِ نظر خاکے میں اختر شیرانی کی زندگی کے اُن واقعات کو اُبھارا گیا ہے جو مصنف کے حافظے نے خوب صورت یادوں کی دنیا میں محفوظ کر رکھے تھے۔ اختر شیرانی کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے مظہر محمود شیرانی اور پروین اختر سے بھی خط و کتابت جاری رہی۔ ان سوانحی خاکوں میں جہاں موضوع شخصیت کے عادات و اطوار اور فن پر روشنی ڈالی گئی ہے وہیں خاکہ نگار کے مشمولات، مشغولات اور شوق کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قاسمی جوانی میں کھانا کھانے کے بجاے فلم دیکھنے کو ترجیح دیتے۔ اختر اپنے محدود وسائل کے باوجود قاسمی کی مدد کرتے۔ اختر شیرانی نے قاسمی کی بے روزگاری کے دنوں میں عرب ہوٹل میں ان کے لیے صبح کا ناشتہ، دوپہر

کا کھانا، سہ پہر کی چاے اور رات کے کھانے کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں دوست یا مہمان کو بھی مدعو کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اختر شیرانی، قاسمی کی زندگی کے مسائل کو ممکنہ حد تک کم کرتے اور ان کے دُکھ میں شریک ہوتے۔ ان کی ہمت بندھاتے۔ قاسمی نے پیش نظر خاکے میں موضوع شخصیت کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں کی جھلک دکھائی۔ مثلاً اختر شیرانی اور اُن کے والد حافظ محمود شیرانی کے مابین ناخوشگوار تعلقات تھے اس کی وجہ اختر شیرانی کی شراب نوشی کی کثرت تھی۔ خاکہ نگار نے موضوع شخصیت کی فطری کمزوریوں کو بھی ہمدردی کے پیرایے میں بیان کِیا ہے۔

ظہیر بابر اردو ادب کے صحافی، افسانہ نویس، خدیجہ مستور کے شوہر اور قاسمی کے ہردلعزیز بھانجے تھے۔ پیش نظر خاکے میں ظہیر کی شخصیت، اُن کی معاشی کس مپرسی، خستہ حالی، فاقوں کے باعث پیلی رنگت، دوستانہ مراسم، غیر معمولی ذہانت کے دل چسپ واقعات کو بیان کِیا ہے۔ یہاں بھی خاکہ نگار کا قلم بغیر کِسی جھجک اور رکاوٹ کے رواں دواں رہتا ہے۔

خدیجہ مستور کا خاکہ (کسی خاتون پر لکھا گیا) ’’میرے ہم سفر‘‘ کا اولین خاکہ ہے۔ اس خاکے میں قاسمی نے اپنی منہ بولی بہن ’’خدیجہ مستور‘‘ کی انسان دوستی، حساسیت اور نرم دلی کو بیان کِیا ہے۔ قامسی انسانی نفسیات کے گہرے نباض تھے۔ اُنھوں نے موضوع شخصیت کے خد و خال کے ساتھ اُن کے درون میں ہونے والے اضطراب اور عیوب و محاسن کو پیش کِیا ہے۔

کرشن چندر اردو ادب کے معروف ادیب اور قاسمی کے عزیز دوست تھے۔ زیر نظر خاکے میں کرشن چندر کی صاف گوئی، انقلاب پسندی، شرارتی لہجہ غرض افکار و خیالات اور عادات و اطوار کو تفصیل سے بیان کِیا ہے۔ قاسمی نے اگرچہ اپنی توجہ واقعات کی جانب مبذول کی ہے جس سے خاکہ میں افسانہ کا لطف پیدا ہوگیا ہے لیکن کہیں کہیں شکل و صورت، عادات و اطوار اور مزاج کا اجمالی ذکر بھی کِیا ہے۔ مثلاً کرشن چندر کے متعلق لکھتے ہیں :

’’بُوٹا سا قد، صاف ستھرا، سوٹڈ بوٹڈ، محبت ہی محبت، شائستگی ہی شائستگی‘‘۔ (۲(

ضمیر جعفری اردوادب کے شاعری، مقبول کالم نویس اور مزاح نگار ہیں ۔ ان کی موجودگی حاضرینِ محفل کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھرتی، انھیں بہت سے لطیفے یاد تھے اور وہ موقع و محل کی مناسبت سے لطائف تخلیق کرتے۔ حاضر جوابی اُن کی شخصیت کی نمایاں خوبی تھی۔ قاسمی لکھتے ہیں :

’’اوچھے وار کا بھی وہ اس سلیقے سے جواب دیتے کہ وار کرنے والا بھی مشرف بہ ضمیر ہو جاتا تھا۔ شاعروں کی ایک پُرہجوم محفل میں ضمیر شمع محل بنے بیٹھے تھے جب حضرت حفیظ جالندھری بولے ’’ضمیر! یہ تُو نے اپنے مجموعہ کلام کا نام ’’مافی الضمیر‘‘ کیوں رکھا ہے، اس مجموعے کا مناسب نام تو ’’بے ضمیر‘‘ تھا‘‘۔ ضمیر فوراً بولے، ’’قبلہ یہ عنوان بھی میرے ذہن میں آیا تو تھا مگر پھر مَیں نے سنا کہ آپ اپنی خودنوشت سوانح عمری لکھ رہے ہیں چناں چہ مَیں نے یہ عنوان اس کے لیے رہنے دیا‘‘۔ (۳(

ضمیر جعفری نے شگفتہ دِل چسپ خاکے لکھ کر اس صنف کو وسیع کِیا۔ وہ ایک ناولٹ بھی لکھ رہے تھے۔ قاسمی اس ناولٹ کا مطالعہ کیے بغیر بے لاگ رائے کا اظہار کرتے ہیں جو مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

''مَیں آنکھیں بند کر کے یہ اعلان کرنے کو تیار ہوں کہ یہ ناولٹ بھی اس کی سنجیدہ اور مزاحیہ شاعری اور شعری تراجم کی طرح کامیاب اور دل و دماغ کو گرفت میں لے لینے پر قادر ہو گا''۔(۴)

محولہ بالا اقتباس جہاں موضوع شخصیت کی فنی عظمت کا اعتراف کرتا ہے وہیں قاری پر منفی اثرات بھی مرتب کرتا ہے اور قاری یہ سوچنے لگتا ہے کہ کیا اچھا کالم نویس اچھا ناولٹ نویس بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کسی صنف کی عمدگی کا تعین پڑھے بغیر کِیا جا سکتا ہے۔ یہ خامی پیش نظر خاکے میں بُری طرح کھٹکتی ہے۔

حکیم محمد سعید پر لکھا گیا خاکہ، خاکے سے زیادہ تقریباتی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے خاکہ نگار نے اس امر کا اعتراف بھی کِیا ہے کہ یہ حکیم محمد سعید کی زندگی میں لاہور میں برپا ہونے والی ایک تقریب میں پڑھا گیا۔ قاسمی کا شمار اعلیٰ پایے کے ادبا و شعرا میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کی محرک و مرتبہ منصورہ احمد کی پہچان بھی ادبی حلقوں میں نوجوان شاعرہ کی حیثیت سے ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ پیش نظر تحریر کو خاکوں کی فہرست میں شامل کِیا گیا۔ زیرِ نظر تحریر میں حکیم محمد سعید کی سادہ زندگی، عاجزی و انکساری، علم و حکمت، حب الوطنی، بچوں سے محبت اور کتب بینی کو احاطہء تحریر میں لایا گیا ہے۔ زیرِ نظر خاکے میں کئی واقعات شخصیت کی عاجزی و انکساری کامرقع پیش کرتے ہیں لیکن قاری ان کی زندگی کے بیش تر گوشوں کو دیکھنے سے محروم رہتا ہے۔ اس خاکے کے متعلق ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں :

''حکیم محمد سعید کا یہ خاکہ سب سے کمزور ہے کہ یہ شاید اُ ن کے اعزاز میں ہونے والی تقریب میں پڑھا گیا اور حکیم صاحب کی خودپسندی کی تسکین کے لیے ایک رسمی تحریر ہے''۔(۵)

قاسمی کے خاکے بنی نوعِ انسان کے خارجی اور باطنی مطالعے پر مشتمل ہیں ۔ وہ بے دھڑک موضوع شخصیت کے باطن میں اتر گئے اور جو دیکھا اُسے جوں کا توں پیش کر دیا۔ انھوں نے برائیوں کو مخفی نہیں رکھا اور نہ اچھائیوں کے بیان میں بخل سے کام لیا۔ چراغ حسن حسرت اور عبدالمجید سالک کی چپقلش سے قارئین ادب بخوبی آگاہ ہیں ۔ ان کی علمی و قلمی جنگ کا سلسلہ بھی تواتر سے قائم رہتا تھا۔ قاسمی صاحب جب ان دونوں کو گہرے دوستوں کی طرح محوِ گفتگو دیکھتے تو حیرت سے لکھتے ہیں :

''مَیں ان کی باتیں سن کر حیران ہوتا رہتا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ جب اپنے کالموں میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے انھیں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارا نہ ہو گا مگر یہاں پکے دوستوں بل کہ سگے بھائیوں کی طرح نجی معاملات میں ایک دوسرے سے مشورے لے رہے ہیں ''۔(۶)

احمد ندیم قاسمی موضوع شخصیت سے ہمدرانہ نقطہء نظر رکھتے ہوئے اس کی کمزوریوں کے بیان میں رمزیہ انداز سے کام لیتے ہیں ۔ ان کا مقصد موضوع شخصیت کی روح کو پیش کرنا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ پیش نظر خاکوں میں شخصیت ساکت و جامد نظر آنے کے بجاے متحرک دِکھائی دیتی ہے۔

قاسمی کے طویل خاکوں میں ’’فیض احمد فیض‘‘ کا خاکہ بھی شامل ہے اس میں فیض کی شخصیت کے مختلف روپ دِکھائی دیتے ہیں مثلاً اگر ہنستے تو ہنستے ہی جاتے، اگر پینے پر آتے تو بہ یک وقت کئی کئی گلاس ختم کر لیتے۔ قاسمی نے فیض کی شخصیت کی مکمل تصویر دِکھائی ہے اور ترش باتوں کو بھی ادبی رکھ رکھاو کے ساتھ پیش کِیا ہے تا کہ لوگ اُنھیں ولی سمجھنے کے بجاے انسان ہی سمجھیں ۔

قاسمی کے دیگر خاکوں میں ہمدردانہ بیان ملتا ہے جب کہ فیض کا خاکہ گلے شکوؤں اور بدگمانیوں پر مبنی ہے جو اُن کی شخصیت کے منفی روپ کو سامنے لاتا ہے۔ خاکہ نگار نے اگرچہ اپنے عہد کی بڑی ادبی اور غیر ادبی شخصیات پر نہایت وضع داری سے لکھا جب کہ فیض کے خاکے میں توقع کے برخلاف وہ محبت اور احترام دِکھائی نہیں دیتا۔ قاسمی نے زیرِ نظر خاکے میں صداقت سے کام لیتے ہوئے صاف گوئی کا وتیرہ اپنایا لیکن اس پر نام نہاد ادبا و شعرا اور دیگر معاصرین نے انگلیاں اُٹھائیں ۔ اس خاکے کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ خاکہ ایک زندہ متحرک شخص کا خاکہ ہے جو خیر و شر کا مجموعہ ہے لیکن فیض کی شخصیت کے متعلق محولہ بالا واقعات کھٹکتے ہیں کیوں کہ عوام کی کثیر تعداد اُن سے عقیدت و محبت رکھتی ہے اس لیے متذکرہ بالاواقعات کو قارئین کا ذہن بہ آسانی قبول نہیں کرتا۔

سعادت حسن منٹو اردو ادب کے مقبول اور متنازع افسانہ نگار تھے۔ منٹو کا خاکہ بھی قاسمی کے رشحاتِ قلم کا کرشمہ ہے۔ اس خاکے میں منٹو کی زندگی پر اثرانداز ہونے والے واقعات، شخصیت کے مختلف روپ، بے باکی، شرارتی ذہن، تلخ لہجہ، بذلہ سنجی اور اس نوع کے دیگر واقعات کو ہنرمندی سے پیش کِیا ہے کہ منٹو کا کردار مکمل جزئیات کے ساتھ قاری کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے۔ منٹو مزاجاً خوش طبع، بذلہ سنج اور شرارتی ذہن کے مالک تھے بالخصوص دوستوں کی محفل میں اُن کی حسِ مزاح مزید تیز ہو جاتی۔ قاسمی لکھتے ہیں :

’’ن۔م۔راشد کا جب بھی ادھر سے گذر ہوتا تھا منٹو اسے پکڑ لیتا کہ آئو! میرے ساتھ مغربی رقص کے دو چار Step ناچ کر دِکھاؤ۔ اور جب راشد معذرت چاہتا تھا تو منٹو کہتا تھا کہ میاں نذر محمد! جب تمھیں مغربی رقص کی ابجد ہی کا علم نہیں تو تم اپنی شاعری میں کس ہم رقص سے مخاطب ہوتے ہو‘‘۔(۷)

منٹو کا راشد پر طنز اُن کی مقبول نظم ’’رقص‘‘ کی بنا پر تھا۔ زیر نظر خاکے میں قاسمی کے بیان کی صداقت قاری کو چونکا دیتی ہے مثلاً منٹو کی خامیوں میں ایک شراب کا رسیا ہونا اور دوسری انانیت تھی۔ قاسمی اپنے زورِ قلم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے منٹو کی خامیوں کو بھی ہمدرانہ پیرایے میں پیش کرتے ہیں ۔ مثلاً:

’’دوسری خامی... اگر اسے خامی کہا جا سکتا ہے... یہ تھی کہ اس کی انا کی دھار بہت تیز تھی مگر یہ انانیت اس پر سجتی تھی کیوں کہ وہ ایک بڑا تخلیق کار تھا‘‘۔(۸)

منٹو کے خاکے میں قاسمی نے مدحیہ انداز اپنایا ہے اُن کے نزدیک بڑے قلم کار میں انانیت کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ قدرت اللہ شہزاد زیر نظر خاکے کے متعلق لکھتے ہیں :

’’قاسمی صاحب کی شخصی تحریروں میں ’’سعادت حسن منٹو‘‘ سب سے اچھا خاکہ ہے... اس خاکے میں منٹو کے مثبت و منفی دونوں پہلو ہیں ۔ کمزوریوں کے بیان میں اہانت ہرگز نہیں ۔ محبت و ہمدردی کا عنصر شامل ہے جو خاکے کی مبادیات میں سے ہے‘‘۔(۹(

خاکہ نگار نے منٹو کی شخصیت کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے مشاغل اور سرگرمیوں پر زیادہ توجہ دی ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سرگرمیاں اور مشاغل ہی انسانی سوچ اور فکر کے آئینہ دار ہوتے ہیں ۔

احمد ندیم قاسمی نے غیر ادبی شخصیات مثلاً دادا میر حیدر، مرزا محمد ابراہیم، شیخ خورشید احمد اور اقبال شیدائی کے خاکے بھی لکھے، برصغیر پاک و ہند کی تحریکِ آزادی کے جیالے انقلابی رہنماؤں میں مرزا محمد ابراہیم اور دادا میر حیدر شامل تھے۔ یہ برصغیر پاک و ہند کو غیر ملکی تسلط سے آزادی دلانے کے خواہش مند تھے۔ دادا امیر حیدر مضبوط قوتِ ارادی کے مالک، مزدور کارکن اور سیاسی رہنما تھے۔ یہ سیاسی نظریات کے حامل انقلابی نوجوان تھے۔ دادا امیر حیدر ملکی آزادی کی خاطر چودہ برس جیل میں رہے۔ وہ انسانیت کے لیے دردمند دل رکھنے والے انسان اور محب الوطن شہری تھے۔ اس خاکے میں قاسمی نے موضوع شخصیت کے شخصی اوصاف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس وقت کی سیاسی فضا اور تاریخ کو بھی بیان کِیا ہے۔

ابن انشا بیسویں صدی کے بے مثال مزاح نگار، شاعر، مترجم اور سفرنامہ نگار تھے۔ ان سے قاسمی کی جذباتی وابستگی تھی یہ خاکہ مصنف اور موضوع شخصیت کے مابین خوب صورت یادوں پر مشتمل ہے۔ معروف مزاح نگار ابن انشا کی بے وقت موت نے قاسمی کو بہت اداس کِیا۔ اس ملال نے عرصہ دراز تک اُنھیں اپنے حصار میں رکھا۔ لکھتے ہیں :

’’کاش! ابن انشا کے سے عزیز وجود کو اس دنیا سے اُٹھا لے جانے والی اور ہمارے معاشرے اور ہماری تہذیب کو غریب تر کر دینے والی موت کے خلاف عدالتِ الٰہی میں مقدمہ دائر کِیا جا سکتا‘‘۔(۱۰(

قاسمی نے موضوع شخصیت کے ظاہر و باطن تک کما حقہ‘ رسائی حاصل کی ہے تا کہ حسب ضرورت پوشیدہ پہلوؤں کی پرتیں کھول سکیں ۔ اُنھوں نے موضوع شخصیت کے فکر و نظر، رجحان اور مزاج سے سروکار رکھتے ہوئے اُنھیں جھروکوں میں دِکھایا ہے۔ کوئی ذی روح شخص اندازہ نہیں کر سکتا کہ ابن انشا کی شگفتگی اور زندہ دلی کے پسِ پردہ ایک مغموم انسان ہے جو یہ کہتا ہے:

انشا جی اُٹھو اب کُوچ کرو

پروین شاکر اردو ادب کی مقبول شاعرہ اور قاسمی کی منہ بولی بیٹی تھی یہ خاکہ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے پیش نظر خاکہ پروین شاعر کی ناخوشگوار ازدواجی زندگی، زندگی کی تلخیوں ، اندرونی گھٹن اور درد و کرب پر مشتمل ہےپیش نظر خاکے میں قاسمی نے پروین سے محبت، شفقت اور خوب صورت یادوں کو دِل پذیر انداز میں پیش کِیا ہے۔

اردو ادب کے منفرد خاکہ نگار محمد طفیل بھی تھے۔ محمد طفیل کا خاکہ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خاکے میں قاسمی نے محمد طفیل سے پہلی ملاقات سے وفات تک کے تمام حالات و واقعات سے قارئین ادب کو متعارف کروایا ہے۔ قاسمی اور محمد طفیل کے مابین دوستانہ تعلقات ، کٹھن حالات اور اختلافات کے باوجود قائم رہے۔ زیر نظر خاکے میں موضوع شخصیت کی بے غرض محبت اور خاکہ نگار کا خلوص و احترام واضح نظر آتا ہے۔ قاسمی ایک صاف گو اور کھرے انسان تھے۔ اُنھوں نے موضوع شخصیت کی صاف و شفاف اور واضح تصویر دِکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

احسان دانش ایک مزدور شاعر تھے۔ اُنھوں نے محنت و مشقت سے بھرپور زندگی گزاری۔ اُنھوں نے مزدوری کی، اینٹیں اور روڑی ڈھوئی، رات کو چوکیداری کی اور دن کو مالی کے فرائض انجام دیے۔ پیش نظر خاکے میں احسان دانش کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو منظر عام پر لانے کے ساتھ ساتھ اُن کے مشاغل اور معمولات کو بھی بیان کِیا۔ زیر نظر خاکے میں قاسمی نے جہاں احسان دانش کی انسان دوستی، فراخ دلی اور فطرت پسندی کو بیان کِیاہے وہیں اُن سے شعر و سخن اور علم و ادب سیکھنے والے ان نووارد ادبا و شعرا کا تذکرہ بھی کِیا ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کاروانِ ادب میں شامل ہوتے گئے۔

قاسمی نے اختر حسین جعفری کے خاکے میں اُن کی ہشت پہلو شخصیت کا ذکر کِیا ہے۔ موضوع شخصیت سے قاسمی کے دوستانہ روابط قریباً چالیس برسوں پر محیط ہیں ۔ خاکہ نگار نے اختر کے کردار، مزاج، بے مثل محبت اور درگذر کرنے کی عادت کو بے حد سراہا ہے۔ ظہیر کاشمیری کا خاکہ جہاں ترقی پسند تحریک سے گہری وابستگی اور اپنے فن سے لگاو کا اظہار ہے وہیں شیخ خورشید احمدکا خاکہ ان کے مزاج، کردار، حصولِ پاکستان کے لیے کوششوں ، سیاست سے لگاو اور افکار و نظریات سے بھی آگاہ کراتا ہے۔ قاسمی ان خاکوں میں جہاں خلیل الرحمن کی آزادیِ اظہار کو پسند کرتے ہیں وہیں حسن عابدی کی زندگی کے متنوع پہلوؤں کو بھی منظر عام پر لاتے ہیں ۔ قاسمی جہاں ریاض شاہد کی فلمی صنعت میں انقلاب کا ذکر کرتے ہیں وہیں کاوش بٹ کی ادبی وابستگی اور نظریہ میں شدت کو وسیع القلبی اور جذبہ محبت کو بھی ظاہر کرتے ہیں ۔

خاکہ نگاری کے متعلق قاسمی خاص وژن رکھتے ہیں وہ زیر مطالعہ شخصیت کی ظاہری جزئیات اور حلیہ نگاری پر ورق کے ورق سیاہ کرنے کے بجاے موضوع شخصیت کے باطن میں جھانکنے میں کامیاب رہتے ہیں ۔ ان خاکوں میں شخصیات کی زندہ تصویریں دکھانے کے ساتھ ساتھ ان کے علمی و ادبی کارناموں پر اُچٹتی ہوئی نگاہ بھی ڈالی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے ان خاکوں میں چند واقعات و مکالمات کے ذریعے موضوع شخصیت کی اندرونی پرتوں کو کھولنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اُنھوں نے عبدالمجید سالک، پروین شاکر، اطہر نفیس، ابن انشا، اختر شیرانی، منصورہ احمد کے کرداروں کو محبوب کرداروں کے طور پر پیش کِیا ہے۔ عبدالمجید سالک کو فرشتہ صفت انسان دِکھایا ہے جو تمام کوتاہیوں سے مبرا ہیں ۔ لکھتے ہیں :

’’سالک صاحب مجسم عظمت تھے اور مجسم پیار اور اس کے ہزاروں شناساؤں میں سے اگر کسی کو اس سے شکایت تھی تو مَیں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس نے سالک کو سمجھا ہی نہیں

تھا اور پھر بعض لوگوں کا ذائقہ ہی خراب ہوتا ہے اور اُن کا ذہن شہد میں بھی کونین کا مزہ ڈھونڈ نکالتا ہے‘‘۔(۱۱(

پیش نظر خاکوں میں ایک اہم عنصر خاکہ نگار کی اپنی ذات بھی ہے جو ہر خاکے میں نمایاں دِکھائی دیتی ہے۔ قاری ان تمام خاکوں کے مطالعہ سے قاسمی کا خاکہ بھی اپنے ذہن میں مرتب کر سکتا ہے۔ قاسمی کا زیر نظر خاکوں میں حاضر رہنا شاید اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کرداروں کے ان افعال و کردار کے چشم دید گواہ خود قاسمی تھے۔ جنھوں نے یہ تمام واقعات خود دیکھے اور بیان کیے۔

احمد ندیم قاسمی اپنے خاکوں میں ہم عصر ادبا و شعرا کی تعریف کرتے ہیں ۔ اُن کی شخصیت و فن کے فکری و فنی محاسن کو اُجاگر کرتے ہیں وہ تعصب سے گریز کی حکمت عملی پر عمل پیرا تھے۔ کرشن چندر اور ادب کے بے مثال قلم کار تھے۔ اُنھوں نے قابل قدر نثری شہ پارے تخلیق کیے۔ کرشن چندر قاسمی کے عزیز ترین دوست بھی تھے اُن کے خاکے میں قاسمی صاحب نے اُن کی ادبی و علمی کاوشوں کو بے حد سراہا ہے۔ کرشن چندر کے متعلق اپنی غیر جانبداری کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں :

’’وہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک اردو زبان زندہ ہے اور وہ زبانیں زندہ ہیں جن میں کرشن کے افسانے اور ناول منتقل ہو چکے ہیں ۔ اس کا مطلب ہے کرشن چندر زندہ رہے گا‘‘۔(۱۲(

پیش نظر خاکے احمد ندیم قاسمی کے نوے برس کے مشاہدات کا ثمر ہیں ۔ یہ خاکے جہاں قاری کو دل چسپ واقعات اور معلومات بہم پہنچاتے ہیں وہیں قاری کو دعوتِ فکر بھی دیتے ہیں ۔ قاسمی صاحب نے اپنی مصروف زندگی کے باوجود ان مشاہدات کی مدد سے بہترین خاکے تحریر کیے ہیں ۔ یہ خاکے قارئین کو تلاش، تسکین اور جستجو کے نئے پہلو بھی فراہم کرتے ہیں ۔ قاسمی کا فن خاکہ نگاری شگفتہ اسلوب، دل چسپ واقعات اور رواں دواں طرزِ تحریر کا حامل ہے۔ یہ خاکے مختصر بھی ہیں اور طویل بھی‌لیکن اپنی جامعیت کی بنا پر اردو خاکہ نگاری میں ایک بھرپور اور قابلِ قدر اضافہ ہیں ۔

حواشی:

)۱(	انور سدید، برسبیل تنقید، لاہور: مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۴۲۳۔
)۲(	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم قدم، لاہور: اساطیر پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص۷۲۔
)۳(	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، لاہور: اساطیر پبلی کیشنز ، ۲۰۰۲ء، ص۱۵۷۔
)۴(	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، محولہ بالا، ۰۳،ص۱۶۲
)۵(	ڈاکٹر انوار احمد، ’’احمد ندیم قاسمی کی خاکہ نگاری یا خودنوشت کے چند اوراق‘‘ مشمولہ سہ ماہی معاصر، لاہور: شمارہ نمبر۲، ۳،۴، جلد۷-۸، اپریل ۲۰۰۷ ء تا مارچ ۲۰۰۸ء، ص۹
)۶(	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، محولہ بالا،۰۲، ص۳۸-۳۹

(۷)	ایضاً ، ص۵۹
(۸)	ایضاً ، ص۴۸
(۹)	قدرت اللہ شہزاد، اردو کے چند خاکہ نگار، بہاول پور: مکتبہ الہام ، بارِ اول، ۲۹۹۲ء، ص۴۰
(۱۰)	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، محولہ بالا،۰۲، ص۲۰۰
(۱۱)	ایضاً ، ص۳۹
(۱۲)	احمد ندیم قاسمی، میرے ہم قدم،محولہ بالا،۰۲، ص۷۱

/....../